علامت نمبر13 : جس گناہ کے بارے میں یہ کہا گیا ہو کہ جاہلیت کے امور میں سے ہے ۔ وہ بھی بڑا گناہ ہے ۔

جاہلیت کے امور کا مطلب ہے: وہ عقائد وعبادات' اخلاق وعادات' اور اطوار ومعاملات جو زمانہ جاہلیت میں پائے جاتے تھے' اسلام نے ان کو حرام اور باطل قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تعلیم دی۔ شراب' سود' رشوت' ظہار' حلالہ' گانا بجانا' قبروں پر چڑھاوے چڑھانا' قبروں کو اونچی اور پختہ کرنا' قبروں پر سجادہ نشینی اور مجاوری کرنا' جوا' شرک' قبر پرستی' بے پردگی' گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ رکھنا' بدشگونی وبدفالی' جادو' ناحق قتل' بیجا تعصب' یہ سب جاہلیت کے امور میں سے ہیں اور ان سب سے اسلام میں سختی سے منع کیا گیا ہے' اس موضوع پر مسائل جاہلیت کے نام سے امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی بہت ہی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس میں امام موصوف نے سو سے زیادہ مسائل کو بیان کیا ہے جو جاہلیت کے امور میں سے ہیں' اور مسلمانوں کے اندر پائے جاتے ہیں' اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے خصوصا' طلبہ علم' دعاۃ ومبلغین اور مصلحین کے لئے بیحد ضروری ہے۔

جاہلیت سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے' لکھنا پڑھنا نہ جاننا بلاشبہ عیب اور جہالت ہے لیکن سب سے بڑا عیب اور سب سے بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان اپنے معبود حقیقی کو نہ پہچانے' اللہ سے جاہل ہو' اللہ کی ہدایت سے دور ہو' اللہ کے ساتھ شرک وکفر کرنے والا ہو' لکھنا پڑھنا نہ جاننا سب سے بڑا عیب اور سب سے بڑی جہالت نہیں ہے' اس لئے کہ جنت میں جانے کے لئے عالم کی شرط نہیں ہے' جنت میں جانے کی شرط یہ ہے کہ وہ خالص موحد وتبع سنت ہو' اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو' خواہ وہ جاہل اور ان پڑھ ہی کیوں نہ ہو' نہ صرف مشرکین مکہ بلکہ ہر زمانے کے مشرکین وکفار اللہ کو رب' خالق ومالک تو مانتے تھے' لیکن خالص اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے' اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرلیا کرتے تھے' انبیاء کا فرشتوں کا نیک بندوں کا وسیلہ لیتے تھے' بتوں کی بھی پرستش کرتے تھے' قبروں کی مجاوری اور سجادہ نشینی بھی کرتے تھے' آخرت کا انکار بھی کرتے تھے' اس کے ساتھ ساتھ انکے اندر بہت ساری معاشرتی برائیاں بھی پائی جاتی تھیں جیسے شراب نوشی' جوا' عرب کے بعض قبیلوں کا بچیوں کا زندہ دفن کردینا' رشوت لینا' فخر وغرور کرنا' دوسروں کی تحقیر اور ان کی عیب جوئی کرنا یہ سب ان کی جہالت تھی۔

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :(أربع فی أمتی من أمور الجاهلية لا يتركونهن الفخر بالأحساب' والطعن فی الأنساب' والاستسقاء بالنجوم' والنياحة) (مسلم)

''جاہلیت کے امور میں سے چار چیزیں میری امت میں باقی رہیں گی لوگ انہیں نہیں چھوڑیں گے:

۱۔ اپنے خاندان پر فخر کرنا۔

۲۔ دوسرے کے نسب میں عیب نکالنا۔

۳۔ ستاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا۔

۴۔ اور میت پر نوحہ کرنا''۔(صحیح مسلم)

زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ستاروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب فلاں ستارہ فلاں برج میں داخل ہوتا ہے تو بارش ہوتی ہے' یا جب کوئی ستارہ ٹوٹتا ہے تو اس کے بدلہ دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے پھر بارش ہوتی ہے' یعنی ستاروں کی طرف بارش کی نسبت کرتے تھے' ان کے غروب وطلوع کو بارش کا سبب سمجھتے تھے' وہ ستاروں کو مستقل بارش برسانے والا نہیں مانتے تھے وہ جانتے تھے کہ اصل بارش برسانے والا اللہ ہی ہے' ستارے بس ذریعہ اور سبب ہیں' اسلام میں اس طرح کے اعتقاد کو کفر قرار دیا گیا ہے' البتہ چھوٹا کفر ہے' صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اس کے بعد صحابہ سے متوجہ ہوکر فرمایا: ''اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے میرے اوپر ایمان کی حالت میں صبح کی' اور بعض نے کفر کی حالت میں صبح کی' جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمیں بارش ملی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہوگیا' اور جس نے یہ کہا ہمیں فلاں فلاں نوء (فلاں ستارہ کا فلاں برج میں) جانے کی وجہ سے بارش ملی وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہوگیا''۔(صحیح بخاری)

ستاروں کے ذریعہ بارش کا عقیدہ رکھنا' عقیدہ توحید سے متعلق ایک اہم مسئلہ ہے اس کی درست تفصیل یہ ہے کہ اس کی بعض صورتیں شرک اکبر ہیں، بعض صورتیں شرک اصغر اور بعض صورتیں جائز ومباح کے دائرہ میں آتی ہیں۔

۱/ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ ستارے خود مستقل طور پر بارش برساتے ہیں اور اللہ کے بغیر بارش برسانے کی قدرت وطاقت رکھتے ہیں تو یہ ربوبیت میں شرک ہے اور یہ شرک اکبر ہے۔ ایسا عقیدہ انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے' کیونکہ بارش برسانا اللہ کی ربوبیت اور اس کی قدرت کے خصائص میں سے ہے جبکہ اس عقیدے میں ستاروں کو مستقل طور پر ربوبیت میں شریک مانا گیا ہے۔

۲/ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ بارش تو اللہ ہی برساتا ہے لیکن فلاں ستارہ کا ڈوبنا یا اس کا نکلنا بارش کا سبب ہے' تو یہ شرک اصغر یا کفر اصغر ہے کیونکہ اللہ نے ستاروں کو بارش کا سبب نہیں بنایا ہے' اور جس چیز کو شریعت میں سبب نہیں بنایا گیا اس کو سبب بنالینا شرک اصغر ہوتا ہے جیسے کوئی دھاگے' یا کڑے یا گھونگھا یا سیپی وغیرہ کو نفع یا شفاء کا ذریعہ سمجھے۔ تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شرک اصغر کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان چیزوں کو شفاء یا نفع ونقصان کا ذریعہ نہیں بنایا ہے۔

۳/ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں ستارے کے طلوع یا غروب کے وقت عموما بارش ہوتی ہے یا یہ بارش کا موسم ہے' یا اس موسم میں عام طور پر بارش ہوتی ہے تو اس کے کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ ستاروں کو بارش کا سبب نہ مانے' انہیں صرف بارش کا وقت اور موسم مانے اور یہ بھی عقیدہ رکھے کہ موسم ہونے کے باوجود اگر اللہ نہ چاہے تو بارش نہیں ہوسکتی۔

۴/ اگر فلکیاتی مشاہدات اور سائنسی اسباب کی بناء پر کوئی شخص موسم کے بارے میں یقینی طور پر نہیں بلکہ احتمالی ومتوقع پیش گوئی کرے' مثلا ماہر موسمیات یہ کہے کہ فضائی دباؤ' بادلوں اور ہواؤں کی موجودہ کیفیت کی وجہ سے آئندہ دو دنوں میں بارش کے امکانات ہیں۔ یا بارش کی توقع ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ غیب کا دعوی کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ ہی یقینی اور حتمی طور پر بارش ہونے کا دعوی کرے۔

۵/ اللہ تعالی کو اصل مؤثر ماننا: ایک مسلمان کا صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بارش کا حقیقی خالق' اس کا نازل کرنے والا اور اس کا مؤثر حقیقی صرف اللہ ہی ہے اس لئے ایک مسلمان کو بارش کے وقت کہنا چاہئے' ہمیں اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ملی' یہ گرچہ بارش کا موسم اور مہینہ ہے لیکن اگر اللہ نہ چاہے تو بارش نہیں ہوسکتی اور بغیر موسم کے بھی اللہ تعالی بارش پر قادر ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بارش کو نوء (ستاروں کے طلوع یا غورب ہونے کی طرف) نسبت کرنے کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ ایجاد اور پیدا کرنے کی نسبت: یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ فلان نوء (ستارہ) ہی بارش پیدا کرتا ہے تو یہ شرک اکبر ہے۔

۲۔ سبب ہونے کی نسبت: یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ ستارے بارش کا سبب ہیں جبکہ بارش برسانے والا اللہ ہی ہے تو یہ شرک اصغر ہے کیونکہ اس نے ایسی چیز کو سبب قرار دیا جسے اللہ نے شرعی یا حسی طور پر سبب نہیں بتایا ہے۔

۳۔ وقت کی نسبت: یعنی یہ کہنا کہ فلاں ستارہ کے ڈوبنے یا طلوع کے وقت بارش ہوئی' تو یہ جائز ہے کیونکہ یہاں بارش کو ستارے کی طرف منسوب کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف بارش کے وقت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ انتہی کلامہ رحمہ اللہ۔ (القول المفید فی شرح کتاب التوحید۲/۳۱)

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نہ ہمیں جائز اسباب کا انکار سکھاتا ہے کیونکہ جائز اسباب کا انکار اللہ کی شریعت اور اس کے نظام میں نقص اور خلل پیدا کرتا ہے اور نہ ہی ظاہری اسباب پر مکمل اعتقاد سکھاتا ہے اس لئے کہ ان پر مکمل اعتماد' عقیدۂ توحید اور اللہ پر توکل میں نقص اور خلل ہے' اسی لئے اسلام ہمیں جائز اسباب کو مؤثر حقیقی سے جوڑنا سکھاتا ہے' بادل' ہوائیں' پانی کا بخارات بننا یہ اسباب ہیں لیکن ان سب کو پیدا کرنے والا' پورے نظام کو چلانے والا اور بارش نازل کرنے والا اللہ ہی ہے' لہذا ایک مومن کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اسباب خود مستقل طور پر مؤثر نہیں ہوتے بلکہ ان کا اثر اللہ تعالی کے حکم اور اس کی اجازت ہی سے ہوتا ہے۔

اگر اللہ کی اجازت اور اس کا حکم نہیں ہوگا تو اسباب پائے جانے کے باوجود وہ چیز نہیں ہوگی' میاں بیوی کے ملاپ سے اولاد ہوتی ہے یہ اللہ کا نظام ہے لیکن کتنے شادی شدہ لوگ ہیں جن کے پاس اولاد نہیں ہے' یہ اللہ کی مصلحت اور اس کی حکمت ہے' اسی لئے کبھی بدلیاں اٹھتی ہیں مانسون بھی بنتا ہے لیکن بارش نہیں ہوتی ہے اور کبھی ان

ظاہری اسباب کے بغیر بھی بارش ہوجاتی ہے سب اللہ کے اختیار میں ہے لیکن ہمیں اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے' اللہ کے نظام اور اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے۔

علامت نمبر 14: حقوق العباد ادا نہ کرنا۔

حقوق العباد سے مراد وہ تمام حقوق ہیں جو ایک انسان پر دوسرے انسانوں کے سلسلہ میں واجب ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انسان کا دوسرے انسان کی جان و مال' عزت وآبرو' امانت وعدے اور دیگر جائز تمام حقوق کا خیال رکھنا اور ان کا ادا کرنا حقوق العباد کہلاتا ہے۔

حقوق العباد کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں والدین' میاں بیوی' اولاد' بھائی' بہن' استاذ' طالب علم' رشتہ دار' پڑوسی' دوست' ساتھی امیر' رعایا' ملازم' مزدور' تاجر' خریدار' جان' مال' عزت وآبرو امانت' عہد ووعدے' الغرض معاشرے کے تمام افراد کے حقوق اور تمام معاملات شامل ہیں۔

اسلام نے حقوق العباد کو بہت اہمیت دی ہے' بندوں کے حقوق کی پامالی میں انسان کی آخرت کی بربادی ہے' ہوسکتا ہے ہم تہجد بھی پڑھتے ہوں' دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی ادا کرتے ہوں' نفلی روزے بھی رکھتے ہوں' صدقہ وخیرات بھی کرتے ہوں' حج وعمرہ بھی کرتے ہوں' جمعہ کے خطبے اور وعظ وارشاد بھی کرتے ہوں' لیکن اگر ہم نے لوگوں کے حقوق پامال کئے کسی کا مال کھایا' کسی کی عزت اچھالی' اسے بدنام کیا' کسی پر ظلم کیا کسی کا حق دبایا' اور دنیا میں ہم نے ان کا حق واپس نہیں کیا یا ہم نے ان سے معافی نہیں مانگی اور انہوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے خوشی خوشی دل سے معاف نہیں کیا تو قیامت میں ہماری نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن پر ہم نے دنیا میں ظلم کیا ہوگا' کیونکہ حقوق العباد میں صرف توبہ کافی نہیں ہے توبہ کے ساتھ ساتھ حق واپس کرنا یا خوشی خوشی معاف کروالینا بھی ضروری ہے' لہذا عقلمند انسان کو چاہئے کہ دنیا ہی میں لوگوں کے حقوق ادا کردے اگر کسی پر ظلم کیا ہے تو معافی مانگ لے اور اگر کسی کا مال یا حق لیا ہے تو اسے واپس کردے اس دن آنے سے پہلے جس دن نیکیوں اور برائیوں کے ذریعہ حساب ہوگا' صحیح مسلم میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (أتدرون ما المفلس؟ قالوا : المفلس فينا من لا درهم لـه ولا متـاع ' فقـال: ان الـمفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي قد شتم هذا ' وقذف هذا وأكل مال هذا وسفك دم هـذا ' وضـرب هـذا فيـعطي هذا من حسناته وهذا من حسناته 'فان فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه' أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار)

یعنی:''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ روپے ہوں نہ مال ومتاع' آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں اصل مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن صلاۃ وصوم اور زکاۃ لے کر آئے گا مگر اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی' کسی پر تہمت لگائی ہوگی' کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا' اور کسی کو مارا ہوگا' پس اس کی نیکیاں ایک ایک (مظلوموں) کو دے دی جائیں گی' یہاں تک کہ اس کے ذمہ مظلوموں کے حقوق پورے ہونے سے قبل اگر اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو ان مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔(صحیح مسلم)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے (مـن كـانـت لـه مـظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم ' ان كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته ' وان لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه)(صحیح بخاری)

''جس شخص نے اپنے بھائی پر اس کی عزت وآبرو یا کسی اور چیز کے بارے میں ظلم کیا ہو تو اسے چاہئے کہ آج ہی دنیا میں معاف کروالے' اس دن آنے سے پہلے جب مال ودولت نہیں ہوگی' اس دن اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوں گے تو اسکے ظلم کے بقدر نیکیاں لے لی جائیں گی' اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی''۔(بخاری)

حقوق العباد کی خطرناکی اور اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے' جب تک بندہ معاف نہیں کرے گا خوہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو' ظالم اگر مسلمان موحد ومتبع سنت ہوگا شرک وکفر اور نفاق جیسے کفریہ عقائد سے دور رہا ہوگا اور اس کے پاس اتنی زیادہ تعداد میں نیکیاں ہوں گی کہ مظلوموں کو دینے کے بعد بھی بچ جائیں گی اور اللہ کی رحمت اسے شامل حال ہوجائے گی' تو وہ شروع ہی سے جنت میں داخل ہوجائے گا' اور اگر اس کے پاس نیکیاں کم

پڑ گئیں تو مظلوموں کے گناہوں کو اس پر لاد دیا جائے گا پھر اسے جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا لیکن سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں آئے گا کیونکہ اس کی وفات توحید خالص پر ہوئی تھی اور اگر اس کی وفات شرک پر ہوئی ہوگی تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا' چاہے اس کے پاس نیکیوں کا انبار ہی کیوں نہ رہا ہوگا اور ساتھ ہی دنیا میں اس نے کسی پر ظلم بھی نہ کیا ہوگا' کیونکہ شرک تمام نیکیوں کو مٹا دیتا ہے۔

عن أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ: الدواوين عند الله ثلاثة ديوان لا يعبا الله به شيئا وديوان لا يترك الله منه شيئا' وديوان لا يغفره الله فأما الديوان الذى لا يغفره الله فالشرك بالله قال الله عزوجل انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة' وأما الديوان الذى لا يعبأ الله به شيئا فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربه' من صوم يوم تركه أو صلاة تركها' فان الله يغفر ذلك' ويتجاوزه ان شاء' وأما الديوان الذى لا يترك الله منه شيئا فظلم العباد بعضهم بعضا القصاص لا محالة.

(مسند الإمام أحمد 'و مستدرك الإمام حاكم وصححه' وصححه العلامة أحمد شاكر والحديث له شواهد تقويه ومعناه صحيح' أما الإمام المجدد وخاتمة المحدثين الألباني فضعفه)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے یہاں اعمال کے تین دیوان (رجسٹر) ہیں ایک ایسا دیوان جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں' اور ایک ایسا دیوان جس میں سے اللہ کچھ بھی نہیں چھوڑے گا اور ایک ایسا دیوان جسے اللہ ہرگز معاف نہیں کرے گا' وہ دیوان جسے اللہ معاف نہیں کرے گا وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے' اللہ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہوگا اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے' رہا وہ دیوان جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے وہ بندے کا اپنے نفس پر ظلم کرنا ہے جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہو جیسے کسی دن کا صوم (روزہ) چھوڑ دینا یا کوئی صلاۃ (نماز) چھوڑ دینا' تو اللہ تعالی اس کو معاف کردے گا' اور وہ دیوان جس میں سے اللہ کچھ بھی نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے اس میں بدلہ لامحالہ لیا جائے گا''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **(لتؤدن الحقوق الى أهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء)** (مسلم)

''قیامت کے دن تم ضرور لوگوں کے حقوق ان کے حق داروں کو تک پہونچاؤ گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کے لئے بھی سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا''۔ (صحیح مسلم)

علماء کا قول ہے: کہ بندوں کے حقوق باہمی مطالبہ اور سختی کے اصول پر قائم ہیں جبکہ اللہ تعالی کے حقوق۔ شرک کے علاوہ۔ عفو ودرگزر کے اصول پر قائم ہیں۔

لہذا' عقلمند اور کامل مسلمان وہ ہے جو اللہ کا بھی اور اس کے بندوں کا بھی حق ادا کرتا ہے۔

علامت نمبر15 : جس گناہ یا شخص کے بارے میں آپ ﷺ نے براءت کا اظہار فرمایا ہو۔

۱/ ریا کاری کرنے والوں سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری ہیں۔

قال النبى ﷺ قال الله عزوجل : أنا أغنى الشركاء عن الشرك فمن عمل لى عملا أشرك فيه غيرى فأنا منه برى وهو للذى أشرك (صحيح مسلم)

''اللہ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں' جس شخص نے کوئی عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا تو میں اس کے عمل سے بری ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہوگا جسے اس نے میرے ساتھ شریک کیا''۔ (صحیح مسلم)

۲/ دھوکہ سے کسی کو قتل کرنا:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **(أيما رجل أمَّن رجلا على دمه ثم قتله فأنا من القاتل برىء وإن كان المقتول كافرا) (ابن حبان وطبرانى ' صحيح الترغيب والترهيب)**

''جس شخص نے کسی آدمی کو اس کی جان کی امان دی پھر اسے قتل کر دیا میں اس قاتل سے بری ہوں گر چہ مقتول کافر ہی کیوں نہ ہو''۔

۳/ مصیبت پر چیخنا چلانا، بال منڈانا، کپڑے پھاڑنا:

وجع أبو موسى الأشعرى رضى الله عنه وجعا شديدا فغشى عليه ورأسه فى حجر امرأة من أهله ، فلم يستطيع أن يرد عليها شيئا فلما أفاق قال أنا برى ممن برى منه رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ برى من الصالقة والحالقة والشاقة (صحيح بخاري)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سخت درد میں مبتلا ہو تھے ان پر غشی طاری ہوگئی، ان کا سر ان کی کسی ایک بیوی کی گود میں تھا، وہ کسی بات کا جواب دینے کی حالت میں نہ تھے، جب انہیں ہوش آیا تو فرمایا: میں اس شخص سے بری ہوں جس سے نبی اکرم ﷺ نے براءت کا اظہار فرمایا ہے، نبی اکرم ﷺ نے مصیبت کے وقت چیخنے، بال منڈانے اور کپڑے پھاڑنے والی عورت سے براءت کا اظہار فرمایا ہے''۔ (صحیح بخاری)

۴/ ایسے کفار و مشرکین کے درمیان رہنا جہاں دین محفوظ نہ ہو یا دین پر عمل کرنے پر پابندی ہو:

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:**(أنا بري ء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين) (سنن ترمذى وسنن ابو داؤد) (أكثر المحدثين على أنه مرسل ، ضعفه البخارى وأبو حاتم الرازى والدارقطنى ، وصححه الألبانى)**

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے بیچ رہتا ہے''۔

اس حدیث کے بارے میں اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ مرسل ہے اور مرسل ضعیف حدیث کے قبیل سے ہوتی ہے، اس حدیث کو ائمہ فن امام بخاری، امام ابوحاتم الرازی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے، البتہ امام البانی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

صحیح ماننے کی صورت میں اس کا علماء کرام نے کئی جواب دیا ہے:

۱/ یہ اس صورت میں ہے جب مسلمان کا دین محفوظ نہ ہو یا دین پر عمل کرنے پر پابندی ہو۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں : **هذا محمول على من لا يأمن على دينه** (فتح الباری)

یہ اس بات پر محمول ہے جب مسلمان کا دین محفوظ نہ ہو۔

سعودی عرب کے سابق مفتی علامہ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

اگر ایسا نہیں ہے یعنی کفار و مشرکین کے درمیان رہتے ہوئے بھی ایک مسلمان کا دین محفوظ ہے، دین پر عمل کرنے میں کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ مکمل آزادی ہے تو وہاں رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے ہمارا ملک ہندوستان ہے جہاں اسلام پر عمل پیرا ہونے میں کسی بھی طرح کی کوئی پابندی یا دشواری نہیں ہے، ہر شخص اپنے دین و مذہب پر عمل کرنے اور شعائر کے اظہار میں مکمل آزاد ہے۔

۲/ یہ حدیث اس وقت کی ہے جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ضروری تھا لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **لا هجرة بعد الفتح** یعنی فتح مکہ کے بعد اب مدینہ کی طرف ہجرت ضروری نہیں رہ گئی، حدیث کے شروع کے الفاظ میں اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے۔

۳/ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس حدیث کے مصداق وہ لوگ ہیں جو ہجرت پر قادر ہیں، اگر ہجرت پر قادر نہیں ہیں یعنی مجبور و عاجز ہیں تو ان کے لئے یہ وعید نہیں ہے۔

آج کے دور میں دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ممکن نہیں رہ گیا۔ اللہ سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

۲۵/ صفر ۱۴۴۸ھ موافق ۸/ اگست ۲۰۲۶ ن

دعوہ سنٹر الجبیل مملکت سعودی عرب

قارئین کرام! بڑے گناہوں کی دیگر علامات جاننے کے لئے راقم کے دوسرے سلسلہ وار مضامین ومقالات کا مطالعہ مفید ہوگا! جزاکم اللہ خیرا۔